

خدا اور سے لے کر
6

اجلاس

9



ناشر :

طاہر اسلم گورا



GORA PUBLISHERS

UrduPhoto.com

حقوق اشاعت محفوظ

گورا پبلشرز

۱۹۹۴

چھٹا ایڈیشن

اہتمام : محیط اسماعیل

قیمت : ۹۰ روپے

پاکستان بکس اینڈ لٹریچر سافٹ ویئر ۲۵ لوئر مالے، لاہور

روشنین امجد

نخسین امجد

اور

UrduPhoto.com

علیٰ ذیشان امجد

کے نام

UrduPhoto.com

مے کے سحر، لب لہو، جرجی، شہ پارہ
جوانی کی نندی میں تھاتیر پانی، درپہرے کہنا



میرے پہلے تینوں شعری مجموعوں برزخ (۱۹۷۴)، ساتواں در (۱۹۷۸) اور نثار (۱۹۸۲) کے درمیان چار چار برس کا وقفہ تھا "ذرا پھر سے کہنا" چھ برس کے بعد آرہی ہے۔ یہ گویا اعلان ہے اس بات کا کہ اب زمانی اعتبار سے کچھ چیزیں بدن شروع ہو گئی ہیں اور شاید آئندہ کتاب کا درمیانی وقفہ اس سے بھی زیادہ ہو! کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ شاید چیزیں نہیں بدلتیں، اُن کو دیکھنے والی آنکھیں، ان پر سوچنے والے ذہن اور ان سے متاثر ہونے والے دل بدل جاتے ہیں یا پھر شاید یوں ہے کہ تبدیلی کا عمل دونوں طرف واقع ہوتا ہے! یہ بھی ممکن ہے کہ کہیں کچھ بھی نہ بدلا ہو اور ہم محض ایک دہسے میں اسیر ہوں۔ بقول میر

UrduPhoto.com

یاں وہی ہے جو اعتبار کیا

نائب نے بھی شاید ایسے ہی کسی عالم میں کسا تھا کہ

لا ف و انش فلف و نفع عبادت علوم

دُر دیک ساغر غفلت میں چہ دنیا وجہ دیں

اصل حقیقت جو بھی ہو بہر حال ایک بات طے ہے کہ وقت انسانوں اور واقعات کے درمیان

ایک غیر مرئی دھاگے کی طرح نہ صرف موجود رہتا ہے بلکہ ہمہ دم نئے نئے ڈیزائن اور پیٹرن

(PATTERN) بناتا چلا جاتا ہے۔ میری پہلی کتاب "برزخ" میری بیوی فر دوس کے

نام معنون ہے جو اُس وقت میری منگیتر تھی اور یہ چوتھی کتاب اُن تین خوبصورت چھوٹوں

کے نام ہے جو قدرت نے ہمارے مشترکہ آنگن میں ہرکائے ہیں۔ برزخ کا انتخاب لکھتے وقت

میں نے شاید ان بہت سی باتوں کو سوچا بھی نہیں تھا جو گزشتہ چودہ برس میں ظہور پذیر ہوئیں اور کے معلوم ہے آج یہ سطرین لکھتے وقت میں جو کچھ سوچ رہا ہوں آگے چل کر وہ کس رنگ میں صورت پذیر ہوگا۔ میر کا ایک اور شعر یاد آ رہا ہے

جائے عبرت ہے خاکدانِ جہاں
تو کہاں منہ اٹھائے جاتا ہے

مگر مشکل یہ ہے کہ اس کے بغیر اور کوئی چارہ بھی تو نہیں، اس "خاکدانِ جہاں" میں اس "شعلہ خاکی" کو بہر حال جلنا، چمکنا، دکھنا، ٹھکنا اور بجھنا ہے اب ان سب کیفیتوں کا کون سا تناسب کس کے حصے میں آتا ہے اور کیوں آتا ہے، یہی وہ بنیادی سوالات ہیں جنہیں حل کرنے میں عقل و دانش اور ادراک و وجدان اپنے اپنے طور پر سرگرداں رہتے ہیں مگر آخری نتیجہ وہی نکلتا ہے۔ یعنی

ویر و حرم آئینہ تنکرا رہتا
واماندگی شوق تراشے ہے پناہیں

وقت کی ہیئت مفہوم، رفتار اور انسانی زندگیوں کے ساتھ اس کے تعلق پر بہت بڑے بڑے ذہنوں نے بہت کچھ سوچا اور لکھا ہے اور بڑے بڑے انوکھے ڈھنگ سے لکھا ہے اور آئندہ بھی لکھتے رہیں گے کہ انسان کے باطنی اور خارجی دونوں نوعیت کے سفر اس بنیادی حوالے کے بغیر سمجھے اور سمجھائے نہیں جاسکتے، میں اس قافلے کا ایک ادنیٰ سا مسافر ہوں اور اپنی محدود سمجھ بوجھ کی مدد سے اپنی تحریروں میں اس مسئلے کے صحرائے اعظم کو عبور کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں اپنی چالیسویں سالگرہ کے حوالے سے میں نے جو نظم "ابھی کچھ دنوں میں" لکھی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور اب اس کے بعد کا سارا سفر دوسری طرف اترنے کا ہے مگر دھند اس قدر ہے کہ کسی بھی طرف کا رستہ ٹھیک سے دکھائی نہیں دیتا۔ زندگی کے چالیس برس جمع ہوئے ہیں یا تفریق؟ اس پرانے سوال سے قطع نظر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سارے حساب کتاب میں خود ہم کس جگہ پر کھڑے ہیں! مذہب اور سائنس دونوں ہمارے کانوں میں سرگوشیاں کرتے ہیں مگر ان کی آوازیں اسی طرح سے آتی ہیں جیسے بائنگ رنگ میں

راؤنڈ کے خاتمے پر باکسر کے کانوں میں اُس کے مینجر اور ساتھی کچھ سرگوشیاں کرتے ہیں وہ ان کو سن کر سر تو ہلاتا ہے مگر اُس کی سمجھ میں سوائے اپنے حریف کے لگائے ہوئے اور متوقع مکوں کے اور کچھ بھی نہیں آتا۔ کبھی کبھی مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے زندگی کے رنگ میں ایک غیر مرئی مگر انتہائی وحشی اور طاقتور حریف کے سامنے ڈال دیا گیا ہے وہ اندھوں کی طرح اپنا دفاع کرتا تو ہے لیکن کر نہیں پاتا اور راؤنڈ پر راؤنڈ گزرتے چلے جاتے ہیں۔

مایوسی کے اس سارے منظر نامے کے باوجود ہمارے اندر کہیں کوئی چیز ایسی ضرور ہے جو ہتھیار ڈالنے کو تیار نہیں ہوتی ایک ایسا دیا ہے جو وقت کی وحشی اور منہ زور ہوا کے سامنے بھی جلنے کی کوشش سے باز نہیں رہتا، ایک ایسا پھول ہے جو صحرا کی جھلسی ہوئی ریت میں بھی اپنے ہونے کا اعلان کرنا چاہتا ہے، ایک ہارے ہوئے لشکر کا آخری سپاہی ہے جو بھاگنے کی بجائے لپکتی ہوئی تلواروں کے رُخ پر سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے اور گرتے گرتے بھی اپنا علم بلند رکھنا چاہتا ہے۔ سو وقت اور انسان کے مابین جاری اس کشمکش میں انسان کے پاس زندہ رہنے (SURVIVAL) کے انتہائی طاقتور اور پُر اسرار جذبے اور خواب دیکھنے کی لامحدود صلاحیت ہی وہ دو ہتھیار ہیں جن سے وہ اپنے شب و روز میں معنی تلاش کرتا اور تراشتا ہے جب زیادہ موج میں آتا ہے تو ”شب آفریدی چراغ آفریدم“ کے نعرے لگانے لگتا ہے اور بہت ہی تھک جائے تو ”لائی حیات آئے قضائے چلی، چلے“ کا ورد کرنے لگتا ہے مگر محسوس یوں ہوتا ہے کہ اصل معاملہ ان دونوں حدوں کے درمیان کہیں ہے! سو بہتر ہے کہ انہیں اسی علاقے میں تلاش کیا جائے۔

”ذرا پھر سے کہنا“ کے عنوان میں گزشتہ کی تکرار اور اعادے کی ایک خواہش جھلک رہی ہے مگر یہ صرف ایک خواہش ہے میرا منشور نہیں کہ میں تو ہمیشہ ماضی حال اور مستقبل کو ایک ہی تسلسل کی کرٹیاں سمجھتا ہوں اور زندگی کو ایک متحرک اور آگے کی طرف بڑھتی ہوئی قوت کے طور پر دیکھتا ہوں۔ کبھی کبھی پیچھے مڑ کر دیکھنے کی خواہش بھی اسی عمل کا حصہ ہے کہ وقت کی عمارت میں آئندہ کے تصور کے لیے رفتہ کا وجود ایک مرکزی ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہر گزرنے والا لمحہ اس ستون کے محیط میں ایک اینٹ کی طرح جڑتا چلا جاتا ہے اور یوں آنے

ذرا پھر سے کہنا

۱۲

والا کل "آج" میں اور "آج" گزرے ہوئے کل میں بدلتا چلا جاتا ہے۔ یہ بات میں نے
اسی کتاب میں شامل نظم "آج" میں دروضاحت کے ساتھ کہنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ اس
ابتدائیے کو میں اُسی نظم کی اختتامی لائنوں کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔

سولے وقت کی حیرت میں کھو جانے والی آنکھ، ٹھہر
آج کے پل پر رک کر آگے سمجھے دیکھ
روشنی اور تاریکی شاید ایک ہی ڈال کے پتے ہیں
لمحوں کا یہ فرق نظر کا دھوکا ہے
وقت کی اس ناوقتی کے سیلاب میں، شاید
آج ہی واحد لمحہ ہے !

عمر رواں کی دہشت میں کھو جانے والی آنکھ، ٹھہر

امجد اسلام امجد
۲۲، اگست ۱۹۸۸ء

۲۲ ممتاز سٹریٹ
گڑھی شاہو، لاہور

ترتیب

- ۱ — ایک حمدیہ نظم ۱۷ (نظم)
- ۲ — نعت ۲۰ (نظم)
- ۳ — خزاں کے آخری دن تھے ۲۱ (نظم)
- ۴ — زنجیر ۲۲ (نظم)
- ۵ — تو نہیں، تیرا استعارا نہیں ۲۶ (غزل)
- ۶ — مرنے کا ترے غم میں ارادہ بھی نہیں ہے ۲۷ (غزل)
- ۷ — رحمان بابا کے لیے ایک نظم ۲۹ (نظم)
- ۸ — ذرا سی بات ۳۱ (نظم)
- ۹ — دُور تک ویرانہ ہے ۳۳ (غزل)
- ۱۰ — محبت ۳۴ (نظم)
- ۱۱ — مقتل میں بھی اہل جنوں ہیں کیسے غزل خواں دیکھو تو ۳۸ (غزل)

۱۲ — مجھے اپنا ستارا ڈھونڈنا ہے (نظم) ، ۳۹

۱۳ — اے دُنیا (نظم) ، ۴۱

۱۴ — ماہیے ، ۴۳

۱۵ — نذرِ وطن — کچھ ماہیے ، ۴۶

۱۶ — ابھی کچھ دنوں میں (نظم) ، ۵۰

۱۷ — کس رات کی آنکھوں میں پیمانِ سحر ہوگا (غزل) ، ۵۴

۱۸ — اس بھید بھری چُپ میں (نظم) ، ۵۶

۱۹ — کون سی چیز دل کے بس میں نہیں (غزل) ، ۵۷

۲۰ — پیڑ کو دیمک لگ جائے یا آدم زاد کو غم (غزل) ، ۶۰

۲۱ — عمر کی سیڑھیاں (نظم) ، ۶۱

۲۲ — ملے کیسے صدیوں کی پیاس اور پانی (غزل) ، ۶۳

۲۳ — آج (نظم) ، ۶۴

۲۴ — گزے ہیں ترے بعد بھی کچھ لوگ ادھر سے (غزل) ، ۶۷

۲۵ — دریا کی ہوا تیز تھی کشتی تھی پرانی (غزل) ، ۶۹

۲۶ — تری زبرد سے نکلتا چاہتا ہے (غزل) ، ۷۱

۲۷ — چھیڑیں گے وہی قصۂ غم اور طرح سے (غزل) ، ۷۳

۲۸ — چہرے پہ مرے زلف کو پھیلاؤ کسی دن (غزل) ، ۷۴

۲۹ — سنے کیسے بات کریں (نظم) ، ۷۵

۳۰ — منظر، پس منظر (نظم) ، ۷۷

۳۱ — خواب اور خدشے (نظم) ، ۷۸

۳۲ — میں اور وہ (نظم) ، ۸۰

۳۳ — وہ تو بھری بہار کے دن تھے ! (نظم) ، ۸۱

۳۴ — ایک کمرہ امتحان میں (نظم) ، ۸۳

۳۵ — کوئی بھی آدمی پورا نہیں ہے (غزل) ، ۸۶

۳۶ — پھر بھی (نظم) ، ۸۸

۳۷ — کہاں آ کے رکنے تھے راستے . . . (غزل) ، ۹۰

۳۸ — اپنے گھر کی کھڑکی سے (غزل) ، ۹۲

۳۹ — ہوا سیٹی بجاتی ہے (نظم) ، ۹۴

۴۰ — بانجم ارادہ اور کوئی ! (غزل) ، ۹۷

۴۱ — قاصد (نظم) ، ۹۹

۴۲ — شہد کہیں گے سم کو بھی (غزل) ، ۱۰۰

۴۳ — وہ جواؤ پر ہے بیٹھا ہوا ، اور ہے (غزل) ، ۱۰۲

۴۴ — صدائے آشنا (نظم) ، ۱۰۴

۴۵ — ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں . . . (غزل) ، ۱۰۵

۴۶ — شمع غزل کی نو بن جائے (غزل) ، ۱۰۷

۴۷ — ابھی تو (نظم) ، ۱۰۸

۴۸ — حضور یار میں حرف التبا کے رکھے تھے (غزل) ، ۱۰۹

۴۹ — وقت بھی کتنا ظالم ہے (نظم) ، ۱۱۱

۵۰ — دوسری ملاقات (نظم) ، ۱۱۳

۵۱ — آگ لگی تھی سینہ سینہ ... (غزل) ، ۱۱۷

۵۲ — تیرے دھیان کی تیز ہوا (نظم) ، ۱۱۸

۵۳ — بھیڑ میں اک اجنبی کا سامنا اچھا لگا (غزل) ، ۱۱۹

۵۴ — جنگلی چھوڑوں کے لیے ایک نظم (نظم) ، ۱۲۱

۵۵ — ایک آزار سہوٹی جاتی ہے شہرت ہم کو (غزل) ، ۱۲۲

۵۶ — لوگ محبت کرنے والے (نظم) ، ۱۲۶

۵۷ — شہر اُٹھ رہا ہو تو آباد کروں (غزل) ، ۱۲۹

۵۸ — درد کے رستے عجیب ہیں (نظم) ، ۱۳۰

۵۹ — جو اتر کے زینہ شام سے .. (غزل) ، ۱۳۳

۶۰ — شکستہ لاکھ بونیا کسی کی (غزل) ، ۱۳۵

۶۱ — ہر موسم کا سپنا (نظم) ، ۱۳۶

ایک حمدیہ نظم

مرے خیالوں کے پیچ و خم سے

خلا کی بے سمت وسعتوں تک

جہان اندر جہان بے انت گردشوں کا جو سلسلہ ہے

یہ سب اُسی ایک ذاتِ واحد کا آئینہ ہے

وہ ذاتِ واحد

کہ جس کے اثبات کے جلو میں وہ کہکشاںیں بھی چل رہی ہیں

جو اپنی رفتارِ روشنی میں ازل سے میری طرف رواں ہیں

مگر نہاں ہیں،

مگر نہاں ہیں وہ میری آنکھوں کی دسترس سے

کہ میری آنکھیں تو روشنی کے بس ایک ذرے،

بس ایک سُورج کی سلطنت میں بھٹک رہی ہیں

یہ ایک سُورج کہ جس کی مٹی سے میرے دن رات چھوٹتے ہیں

یہ اُس کے گھوڑے کی گردِ پا ہے
یہ میری ہستی کا حاشیہ ہے !

میں اس کو کس طرح سوچ پاؤں

کہ میری آنکھوں کی پتلیوں میں

سوائے حیرت کے کچھ نہیں ہے !

کہ میری بے صرفہ مٹھیوں میں

سوائے حسرت کے کچھ نہیں ہے !

جو چھوٹا چاہوں تو چھو نہ پاؤں

زباں پہ جب اُس کا نام لاؤں

تو ذائقے کی لغت میں لکھے تمام الفاظ بھول جاؤں

میں نیم شب کی گھنی اداسی میں اپنے سائے کے روبرو ہوں

اور اُس کو آواز دے رہا ہوں

جو صوت و آہنگ کے وسیلوں سے ماورا ہے

جو میری بے سمت خواہشوں کا قطب نما ہے

کبھی کبھی جب مری صدا ئیں ،
 گھروں سے بچھڑی یہ فاختائیں ،
 (جو کہکشاؤں کے راستے پہ رواں ہوئی تھیں)
 مرے زمان و مکاں سے آگے
 مرے تختی سے اور میرے گماں سے آگے
 حدودِ حدِ بیاں سے آگے کی وسعتوں سے پلٹ کے آتی ہیں
 اور میرے لہو کی وادی میں گونجتی ہیں

UrduPhoto.com میں سوچتا ہوں

میں اپنے ہونے کے اور نہ ہونے کے مجھے ہیں یہ سوچتا ہوں
 یہ میرے چاروں طرف جو بکھرا ہوا خلا ہے !

میں اس کے اندر ہوں ؟

اس سے باہر ہوں ؟

اس کا حصہ ہوں ؟

یا کہ کیا ہے ؟ ؟

نعت

اُداسی کے سفر میں جب ہوا رُک رُک کے چلتی ہے
سوادِ ہجر میں ہر آرزو چپ چاپ جلتی ہے
کسی نادیدہ غم کا کھر میں لیٹا ہوا سایا

زمین تا آسماں پھیلا ہوا محسوس ہوتا ہے
گزرتا وقت بھی ٹھہرا ہوا محسوس ہوتا ہے

تو ایسے میں تیری خوشبو ،

محمد مصطفیٰ ، صلّ علی کے نام کی خوشبو

دل و حشرت زدہ کے ہاتھ پر یوں ہاتھ رکھتی ہے

نہکن کا کوہِ غم ہٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے

سفرِ کارِ استہ کُتتا ہوا محسوس ہوتا ہے

خزاں کے آخری دن تھے

خزاں کے آخری دن تھے

بہار آئی نہ تھی لیکن

ہوا کے لمس میں اک بے صدا سی بنگلی

محسوس ہوتی تھی

درختوں کے تنجیر میں

کسی بے آسرا اُمید کی نو تھر تھراتی تھی

گزر گا ہوں میں اُڑتے خشک پتے

اجنبی لوگوں کے قدموں سے لپٹتے اور اُلجھتے تھے

تواک مچھولی ہوئی تصویر جیسے کوند جاتی تھی ،

ہر اک منظر کے چہرے پر
لرزتی بے کلی کی ریشمیں چلن کشیدہ تھی
نظر رستہ نہ پاتی تھی

کچھ ایسا ہی سماں تھا جب
وہ میرے بخت کے صحرا میں ساون کی طرح اتری
مرے سانسوں میں مہکی تھی
ننگاہوں کے ستارے، آرزو کے استعارے تھے،

تمناؤں کے سہل شوق میں بہنے لگی تھی وہ
مرے سینے پہ سر رکھ کر اچانک مسکرائی

اور کچھ کہنے لگی تھی وہ

نہ جانے کیا تھا وہ جملہ !

وہ اُس کا ادھ کہا جملہ ،

جو غنچے کی طرح اُن کا پنتے ہونٹوں پہ پھوٹا تھا

اُسی لمحے کوئی کوئل بڑے ہی درد سے کو کی تھی

وہ جیسے، اچانک نیند سے جاگی تھی

اور اُس نے بڑے دُکھ سے فلک کی سمت دیکھا تھا

ذرا پھر سے کہنا

۲۳

وہ بولی تھی

”ستارہ شام کا روشن ہوا ہے، اب میں چلتی ہوں!“

خزاں کے آخری دن ہیں

نہو کے لمس میں اک بے صدا سی نغمگی محسوس ہوتی ہے

UrduPhoto.com

”بھراؤس کے حُسن کا محرم ترا دل ہونے والا ہے

وہ اُس کا ادھکا جھل

مکمل ہونے والا ہے!“

زنجیر

ریت کی لوح پہ لکھے ہوئے دریا کی طرح
یہ جو ہر راہ کے ہمراہ چلی آتی ہے

کیسی دیوار ہے یہ ؟

از UrduPhoto.com

خواب اور خواب کی تعبیر کے مابین جو یہ
بھاگتے وقت کی تلوار سی لہراتی ہے

کیسی تلوار ہے یہ ؟

یہ جو ہر موڑ پہ رکتے ہوئے رستے کی طرح

ڈولتے پاؤں کی زنجیر بنی جاتی ہے

کیسی رفتار ہے یہ ؟

لفظ کی راہ میں، معنی کی گزر گاہوں میں
کون سے سچ کو چھپانے کے لیے
جھوٹا سٹیج کے پردے کی طرح حائل ہے
یہ بھی معلوم نہیں

کون ناظر ہے یہاں اور تماشا کیا ہے ؟

ریت کی لوح پہ کھسکے ہوئے دریا کی طرح
از اُفق تا بے اُفق

شک کی دیوار جلی جاتی ہے
شک کی دیوار کے اُس پار کا منظر کیا ہے ؟

کون بتلائے مجھے !
بات کا روپ ہے کیا، بات کے اندر کیا ہے ؟



تُو نہیں، تیرا استعارا نہیں
آسماں پر کوئی ستارا نہیں

وہ مرے سامنے سے گزرا تھا!
پھر بھی میں چُپ رہا، پکارا نہیں

وہ نہیں ملتا ایک بار ہمیں

اور یہ زندگی دوبارہ نہیں

ہر سمندر کا ایک ساحل ہے
ہجر کی رات کا کنارہ نہیں

ہو سکے تو نگاہ کر لینا
تم پہ کچھ زور تو ہمارا نہیں

ناؤ اُلٹی تو یہ ہوا معلوم
زندگی موج ہے، کنارہ نہیں!



مرنے کا ترے غم میں ارادہ بھی نہیں ہے
ہے عشق مگر اتنا زیادہ بھی نہیں ہے

ہے یوں کہ عبارت کی زباں اور ہے کوئی
کاغذ مری نعت دیر کا سادا بھی نہیں ہے

کیوں دیکھتے رہتے ہیں ستاروں کی طرف ہم!
جب اُن سے ملاقات کا وعدہ بھی نہیں ہے

کیوں راہ کے منظر میں اُلجھ جاتی ہیں آنکھیں!
جب دل میں کوئی اور ارادہ بھی نہیں ہے

کیوں اُس کی طرف دیکھ کے پاؤں نہیں اٹھتے
وہ شخص حسین اتنا زیادہ بھی نہیں ہے

کس موڑ پہ لے آیا ہمیں، محبہ مسلسل!
تا حدِ نگہ وصل کا وعدہ بھی نہیں ہے

ہنّہ کدھر کدھر ہے کیوں آنکھ کسی کی!
امجد جو بچھڑنے کا ارادہ بھی نہیں ہے

رحمان بابا کے لیے ایک نظم

وہ نیم شب کی گھنی اُداسی میں اپنے سائے کے روبرو تھا
اور ایک حیرت کا شامیانہ سا چار سوتھا

UrduPhoto.com

یہی وہ حیرت ،

یہی وہ ہستی شکار حیرت

تھی جس کی لشکوں سے

اُس کے لفظوں کے بخت جاگے ،

پہاڑ جھمکے ، گلاب چمکے ، درخت جاگے !

ذرا پھر سے کہنا

۳۰

وہ وادیوں کی گھنی اُداسی میں

چپ کی آواز سُننے والا

وہ اُن لکھے لفظ پڑھنے والا

وہ اُن بے اشک چمنے والا

وہ میری ارضِ وطن کا شاعر

جو اپنے لفظوں میں جی رہا ہے

وہ اُس کے گیتوں کا تھا مسافر

ہر اک سفر کا جو منتہا ہے

میں جس تجرّ کی راہ میں ہوں

وہ اُس کی منزل سے آشنا ہے

ذرا سی بات

زندگی کے میلے میں، خواہشوں کے ریلے میں
تم سے کیا کہیں جاننا، اس قدر جھمیلے میں
وقت کی روانی ہے، بخت کی گمراہی ہے

سخت بے زمینی ہے، سخت لامرکانی ہے

ہجر کے سمندر میں

تخت اور تختے کی ایک ہی کہانی ہے

نغم کو جو سنانی ہے

بات گو ذرا سی ہے

بات عمر بھر کی ہے

عمر بھر کی باتیں کب دو گھڑی میں ہوتی ہیں !

درد کے سمندر میں

اُن گنت جزیرے ہیں، بے شمار موتی ہیں

آنکھ کے دریچے میں تم نے جو سجایا تھا

بات اُس دیئے کی ہے

بات اُس گلے کی ہے

جو لہو کی خلوت میں چور بن کے آتا ہے

لفظ کی فصیلوں پر ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے

زندگی سے لمبی ہے، بات رت جگے کی ہے

راستے میں کیسے ہو !

بات تخیل کی ہے

تخیل کی باتوں میں گفتگو اضافی ہے

پیار کرنے والوں کو اک نگاہ کافی ہے

ہو سکے تو سُن جاؤ ایک دن اکیلے میں

تم سے کیا کہیں جانناں، اس قدر جھمیلے ہیں



دُور تک ویرانہ ہے
کب تک چلتے جانا ہے

آئیے کے ہاتھوں میں
مقتل کا پروانہ ہے

جانے والو، یاد رہے
شام ڈھلے گھر آنا ہے

فرق ہے کچھ کمر داروں میں
باقی کھیل پرانا ہے

سچی باتیں کون کرے
کون یہاں دیوانہ ہے
تجھ سا دُوجا دیکھنے کو

سارا عالم چھانا ہے
مٹی بھی ہے سونا بھی
دل بھی عجب خزانہ ہے

محبت

محبت اوس کی صورت ،
پیا سی پنکھڑی کے ہونٹ کو سیراب کرتی ہے
گلوں کی آستینوں میں انوکھے رنگ بھرتی ہے
سحر کے جھٹپٹے میں ، گنگنائی ہسکراتی ، جگمگاتی ہے
محبت کے دنوں میں دشت بھی محسوس ہوتا ہے
کسی فردوس کی صورت
محبت اوس کی صورت !

محبت ابر کی صورت
دلوں کی سرزمین پہ گھر کے آتی اور پرستی ہے
چمن کا ذرہ ذرہ جھومتا ہے، مسکراتا ہے
ازل کی بے نمومٹی میں سبزہ سر اٹھاتا ہے
محبت اُن کو بھی آباد اور شاداب کرتی ہے

جو دل ہیں قبر کی صورت
محبت ابر کی صورت!

UrduPhoto.com

محبت آگ کی صورت،
مجھے سینوں میں جلتی ہے تو دل بیدار ہوتے ہیں

محبت کی تپش میں کچھ عجب اسرار ہوتے ہیں

کہ جتنا یہ بھڑکتی ہے، عروسِ جاں مہکتی ہے

دلوں کے ساحلوں پر جمع ہوتی اور بکھرتی ہے

محبت، جھاگ کی صورت

محبت، آگ کی صورت!

محبت خواب کی صورت ،

نگاہوں میں اُترتی ہے کسی مہتاب کی صورت
ستارے آرزو کے اس طرح سے جگمگاتے ہیں

کہ پہچانی نہیں جاتی دل بے تاب کی صورت !
محبت کے شجر پر خواب کے پنچھی اُترتے ہیں

نو شاخیں جاگ اٹھتی ہیں

تھکے ہارے ستارے جب زمیں سے بات کرتے ہیں

تو کب کی منتظر آنکھوں میں
شمعیں جاگ اٹھتی ہیں

محبت ان میں جلتی ہے چراغ آب کی صوت

محبت ، خواب کی صورت !

محبت درد کی صورت

گزشتہ موسموں کا استعارہ بن کے رہتی ہے

نشانِ بھر میں ، روشن ستارہ بن کے رہتی ہے

منڈیروں پر چراغوں کی لویں جب ٹھہرتی ہیں

مگر میں نا اُمیدی کی ہوا میں سنسناتی ہیں
گلی میں جب کوئی آہٹ، کوئی سایہ نہیں رہتا
دُکھے دل کے لیے جب کوئی بھی دھوکہ نہیں ہوتا
غموں کے بوجھ سے جب ٹوٹنے لگتے ہیں شانے تو

یہ اُن پہ ہاتھ رکھتی ہے

کسی ہمدرد کی صورت !

گزر جاتے ہیں سارے قافلے جب دل کی بستی سے
فضا میں تیرتی ہے دیر تک

یہ گمرد کی صورت ،

محبت درد کی صورت !

مقتل میں بھی اہل جنوں ہیں کیسے غزل خواں، دیکھو تو!
ہم پہ پتھر پھینکنے والو، اپنے گریباں، دیکھو تو!

ہم بھی اڑائیں خاکِ بیاباں، ڈنٹ سے تم گزرو تو سہی
ہم بھی دکھائیں چاکِ گریباں، لیکن جاناں دیکھو تو!

اے تعبیریں کرنے والو، ہستی مانا خواب

اس کی رات میں جاگو تو، یہ خواب پریشاں دیکھو تو!

آج ستائے گم صم ہیں کیوں، چاند ہے کیوں سودائی سا
آئیے سے بات کرو، اس بھید کا عنوان دیکھو تو!

کس کے حُسن کی بستی ہے یہ! کس کے روپ کا میلہ ہے!

آنکھ اٹھا اے حسنِ زلیخا، یوسف کنعاں دیکھو تو!

جو بھی علاج درد کرو، میں حاضر ہوں، منظور مجھے

لیکن اک شب امجد جی، وہ چہرہ تاباں، دیکھو تو!

مجھے اپنا ستارا ڈھونڈنا ہے

ستارا ڈھونڈنا ہے
ستاروں سے بھرے اس آسماں کی وسعتوں میں
مجھے اپنا ستارا ڈھونڈنا ہے

فلک پر کہکشاں در کہکشاں اک بے کمرانی ہے
نہ اُس کا نام ہے معلوم، ناں کوئی نشانی ہے

بس اتنا یاد ہے مجھ کو
ازل کی صبح جب سارے ستارے
الوداعی گفتگو کرتے ہوئے رستوں پہ نکلے تھے

تو اُس کی آنکھ میں اک اور تارا جھلملایا تھا

اُسی نائے کی صورت کا

مری بھیگی ہوئی آنکھوں میں بھی اک خواب رہتا ہے

میں اپنے آنسوؤں میں اپنے خوابوں کو سجاتا ہوں

اور اُس کی راہ لگتا ہوں

سنا ہے گمشدہ چیزیں

UrduPhoto.com

جہاں پہ کھوئی جاتی ہیں

وہیں سے مل بھی جاتی ہیں

مجھے اپنا ستارا ڈھونڈنا ہے !

اے دُنیا

اے دُنیا، ہم کب تک تیرے ساتھ چلیں!

جو موزوں پیمانہ دیکھیں اُس میں ڈھلتے جائیں

چہرہ بدلیں، لہجہ بدلیں، آنکھ بدلتے جائیں!

کب تک ہم اس جھوٹ نگر میں پونہی چلتے جائیں

اندر کی اس آگ میں کتنا اور جلیں!

اے دُنیا ہم کب تک تیرے ساتھ چلیں!

اپنے شک کی دیواروں کے نیچے بیٹھے ہیں

دیکھ رہے ہیں، پھر بھی، آنکھیں میچے بیٹھے ہیں

دوست ہمارے ہر جھاڑی کے پیچھے بیٹھے ہیں

ذرا پھر سے کہنا

۴۲

اک دُوجے کے خُون پہ کتنا اور پلپیں !

اے دُنیا ہم کب تک تیرے ساتھ چلیں !

اے دُنیا تو چار طرف ہے تیرے رُوپ ہزار

جو بھی بھاگے ، جتنا بھاگے ! تجھ سے نہیں فرار

آج اتنے تیرے کو مار رہے ہیں دشوار

کب تک ہم پچھتائیں ، کب تک ہاتھ ملیں !

اے دُنیا ہم کب تک تیرے ساتھ چلیں !

ماہیے

جگنو کہ ستارا تھا
ترے بام پہ جو چمکا
وہی نام ہمارا تھا

دریاؤں کے دھارے ہیں
تم مانو کہ نہ مانو
ہم دل سے تمھارے ہیں

UrduPhoto.com

پھولوں کی کیباری ہے
ترے دل کی خوشی سبنا
ہمیں جان سے پیاری ہے

قصے نہیں دوہراتے
جو لمحے گزر جائیں
وہ مُڑ کے نہیں آتے

دُنیا مرے ساتھ چلے
ہر چیز ٹھہر جائے
جب تم سے بات چلے

انکار نہیں کرتے
جب صاحبِ بات کرے
انکار نہیں کرتے

UrduPhoto.com

انہوں سے ماندی ہوں
جو مرضی صاحب کی
میں اُس کی باندی ہوں

بہتا ہوا ساگر ہیں
تک ایک نظر سائیں
دو پل کے مسافر ہیں

آواز کا صحرا ہے
یہ زخمِ جدائی کا
دیر پاؤں سے گہرا ہے

کچھ کام تو کر جائیں
تڑی چاہ میں زندہ ہیں
تڑی راہ میں مر جائیں

UrduPhoto.com

اک ٹھہول نہ ہو جائیں
تڑی ڈاچی کے مڑنے تک
ہم ڈھول نہ ہو جائیں

سوچوں، گھبراؤں میں
کچھ بھی تو نہیں پئے
کیسے یار مناؤں میں

نذرِ وطن — کچھ ماسیہ

اک خواب سفر میں ہے
پھولوں میں نہیں اُترا
جو رنگ شجر میں ہے

UrduPhoto.com

رحمت کا اُتارا ہے
اس گھور اندھیرے میں
اُمید کا تارا ہے

پھر بات نہیں چلتی
جو پیڑ سے کٹ جائے
وہ شاخ نہیں پھلتی

اب فرض حفاظت ہے
یہ پاک وطن ساتھی
اللہ کی امانت ہے

اک باغ بنے ایسا
ہو خاک کے تختے پر
کوئی اور نہ اُس جیسا

UrduPhoto.com

ہم تاج یہ ہیرا ہے
دُنیا کے سمندر میں
یہ مُلک جزیرہ ہے

باغوں میں کھدیں کلیاں
رہیں روز قیامت تک
آباد تری کلیاں !

کھیتوں میں ستارے ہیں
ہر شاخ کی آنکھوں میں
ارمان ہمارے ہیں

تقدیر نہیں بنتی

جب خواب اُدھورا ہو

تعبیر نہیں بنتی

UrduPhoto.com

یہ خواب رہے زندہ

ہے آج بھی یہ روشن

کل اور ہو تابندہ

گلزار بنا دیں گے

اس چاند زمیں کو ہم

تاروں سے سجا دیں گے

پہچان ہماری ہے
یہ پاک زمیں یارو
جند جان ہماری ہے

کرنوں کے اشارے ہیں
یہ چاند ہمارا ہے
ہم اس کے ستارے ہیں

UrduPhoto.com

اک چاند، اک تارا ہے
لہراتا ہوا پرچم
اعلان ہمارا ہے

تعمیر کی صورت ہے
اس دیس کا ہر بچہ
تعبیر کی صورت ہے

ابھی کچھ دنوں میں

ابھی کچھ دنوں میں
UrduPhoto.com

مری عمر کی اک دہائی، یہ چوتھی دہائی
گزشتہ دہائیوں کی مانند فردا سے
اُبھرے گی اور راکھ ہو جائے گی
وقت کے دشتِ حیرت میں کھو جائے گی۔

شب و روز کے اس تسلسل میں چالیس برسوں
پہ پھیلے ہوئے خواب مجھ سے پتہ پوچھتے ہیں

خود اپنے ہی چھوڑے ہوئے راستوں کا!
 سُسکتے ہوئے بے صدارت جگہوں کا
 بھٹکتی ہوئی بے ثمر بارشوں کا!
 لہو میں محپلتی ہوئی خواہشوں کا

وہ لمحے، جو غم کی کمانوں سے چھوٹے تو سیدھے دلوں میں ترازو ہوئے!
 وہ لمحے، جو زلفوں کی چھاؤں میں گزے تو ہر اس کے دست بازو ہوئے!
 وہ لمحے، جنہیں بھول جانے کی خاطر میں اُن دیکھے رشتوں پہ چلتا رہا
 وہ لمحے، جنہیں دیکھنے کے لیے میں چپے اغوں کی مانند جلتا رہا
 جمع و تفریق کے اس مسلسل عمل میں

جو لمحہ بھی گزے پلٹتا نہیں

وقت کے آنے میں کوئی عکس بھی

ایک پل سے زیادہ ٹھہرتا نہیں

(۲)

وقت شطرنج ہے!

جس کی چالوں کو گننا، ستاروں کے گننے سے کمتر نہیں

اور ہمارا سفر — یہ ازل سے ابد تک کا سارا سفر!
انہی چند خانوں کی گردش میں ہے، ان سے باہر نہیں!

(۳)

عمر کی جس دہائی کی سرحد پہ میں ہوں
وہاں پر زمانے!
کمانوں سے چھوٹے، بھٹکتے ہوئے تیر جیسے زمانے!
بس اک پل کو رکتے ہیں

آپس میں ملتے ہیں

یک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں ...

مگر اس سے پہلے کہ کچھ بول پائیں
اُون کے اس اُلجھتے ہوئے ڈھیر کا اک سر اکھول پائیں
ملاقات کی مہلت یک نفس ختم ہوتی ہے

اور زندگی

جیل کے وارڈن کی طرح ان زمانوں کو پھر
بیرکوں کے اندھیرے میں لے جاتی ہے

وقت کی پیر کیں

جن میں ماضی بھی ہے اور آئندہ بھی — حال کوئی نہیں

ایک پل کی طرح

عمر کے اس سمندر پہ ٹھہرا ہوا کوئی لمحہ نہیں — سال کوئی نہیں

ابھی کچھ دنوں میں مری عمر کی یہ دہائی بھی گزری دہائیوں کی مانند

فردا سے اُبھرے گی اور راکھ ہو جائے گی

وقت کے دشتِ حیرت میں کھو جائے گی !

ابھی کچھ دنوں میں ..

ابھی کچھ دنوں میں ..

○
کس رات کی آنکھوں میں پیمانِ سحر ہوگا
یہ خواب جو کونیل ہے، کس رت میں شجر ہوگا

آنچل کی ہوار رکھنا، تو اس کی بچا رکھنا
یہ شمع جدھر ہوگی، پروانہ اُدھر ہوگا

UrduPhoto.com
جب رات کے پردے سے پھر رات نکل آئے

اس وقت کدھر جائے، جو اہلِ نطنر ہوگا

تاریخ کے چکر میں وہ موڑ نہیں آتا
جب شاد مکیں ہوں گے، آباد نگر ہوگا

بجھتے ہوئے تاروں کی جھلمل بھی غنیمت ہے
اس ٹھہری ہوئی شب میں کچھ وہم سفر ہوگا

افکار پہ پیرا ہے ، قانون یہ ٹھہرا ہے
جو صاحب عزت ہے وہ شہر بدر ہوگا

محسوس یہ ہوتا ہے ، ہر جلتا ہوا تارا
گزرے ہوئے وقتوں میں اک زخمِ تہنر ہوگا

سہمے ہوئے پنجھی کی آواز بتاتی ہے !
اس کا بھی یہیں کوئی ، جلتا ہوا گھر ہوگا

اس بھید بھری چُپ میں

اے شمع کوئے جاناں ،

ہے تیز ہوا ، مانا

نواپنی بچار رکھنا ۔ رستوں پہ نگہ رکھنا

ایسی ہی کسی شب میں

آئے گا یہاں کوئی ، کچھ زخم دکھانے کو

اک ٹوٹا ہوا وعدہ ، مٹی سے اٹھانے کو

پیروں پہ لہو اُس کے

آنکھوں میں دھواں ہوگا

چہرے کی دراڑوں میں

بیٹے ہوئے برسوں کا

ایک ایک نشان ہوگا

بولے گا نہ کچھ لیکن ، نہ یاد کُناں ہوگا

اے شمع کوئے جاناں

وہ خاک بسر راہی — وہ سوختہ پروانہ

جب آئے یہاں اُس کو مایوس نہ لڑانا!

ہو تیز ہوا کتنی، تو اپنی بچار رکھنا

رستوں پہ نگہ رکھنا — راہی کا پتہ رکھنا،

UrduPhoto.com

اس بھید بھری چُپ میں اک پھول نے کھلنا ہے!

اُس نے انہی گلیوں میں، اک شخص سے ملنا ہے!!

○
کون سی چیز دل کے بس میں نہیں
دل مگر اپنی دسترس میں نہیں

یہ لو ہم ہیں، جو خار و خس میں ہیں
منزل گل تو خار و خس میں نہیں!

کب سے آنکھیں تلاشتی ہیں اُسے
ایک دن، جو کسی برس میں نہیں

جسم کتنی بڑی حقیقت ہو!
دل کی تسکین مگر ہوس میں نہیں

کامراں، عاشقی کی منزل میں
ہے وہی دل جو پیش و پس میں نہیں

دیکھ لی جنتری زمانے کی
وہ عمل کا دن کسی برس میں نہیں

(ف)

نارسائی کی دھند کے اُس پار
عشق میں کیا ہے، جو ہوس میں نہیں

لذت پر کشادگی کے سوا
باغ میں کیا ہے، جو ففس میں نہیں

سیر کو دیک لگ جائے یا آدم زاد کو غم
دونوں ہی کو امجد ہم نے بچتے دیکھ کم

تاریکی کے ہاتھ پہ بیعت کرنے والوں کا
سورج کی بس ایک کرن سے گھٹ جانا ہے دم

رنگوں کو کلیوں میں جینا کون سکھاتا ہے!
شبہم کیسے رکنا سیکھی! تنہا کیسے رم!

آنکھوں میں یہ پلنے والے خواب نہ بچھنے پائیں،
دل کے چاند چراغ کی دیکھو، نور نہ ہو مدھم

ہنس پڑتا ہے بہت زیادہ غم میں بھی انساں
بہت خوشی سے بھی تو آنکھیں ہو جاتی ہیں غم

عمر کی سیڑھیاں

ہاں، سنو دوستو!

جو بھی دُنیا کے

اُس کو پرکھے بنا، مان لینا نہیں۔

ساری دُنیا یہ کہتی ہے،

پرست پہ چڑھنے کی نسبت اترنا بہت سہل ہے

کس طرح مان لیں،

تُم نے دیکھا نہیں!

سرفرازی کی دھن میں کوئی آدمی

جب بلند ہی کے رستے پہ چلتا ہے تو

سانس تک ٹھیک کرنے کو رکتا نہیں

اور اُسی شخص کا

عمر کی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے

پاؤں اٹھتا نہیں!

اس لیے دوستو، جو بھی دُنیا کے

اُس کو پرکھے بنا، مان لینا نہیں۔

ساری دُنیا یہ کہتی ہے
اصل سفر تو مسافر کی آنکھوں میں پھیلا ہوا خواب ہے

کس طرح مان لیں ،
تم نے دیکھا نہیں

عمر کے اس سرابِ اجل خیر میں
خواب تو خواب ہیں

ہم کھلی آنکھ سے جو بھی کچھ دیکھتے ہیں
وہ ہوتا نہیں

UrduPhoto.com
راستے کے لیے (راستے کی طرح)

آدمی اپنے خوابوں کو بھی کاٹ دیتے ہیں لیکن
سُکنا ہوا راستہ

پھر بھی کٹتا نہیں !

اس لیے دوستو

جو بھی دنیا کے

اُس کو پرکھے پنا ، مان لینا نہیں ۔



ملے کیسے صدیوں کی پیاس اور پانی ، ذرا پھر سے کہنا
بڑی دلربا ہے یہ ساری کہانی ، ذرا پھر سے کہنا

کہاں سے چلا تھا حُدا ئی کا سایا ، نہیں دیکھ پایا
کہ رستے میں تھی آنسوؤں کی روانی ، ذرا پھر سے کہنا

ہوا یہ خبر تو سناتی رہے اور میں سنتا رہوں

بدلنے کو ہے اب یہ موسم خزا ئی ، ذرا پھر سے کہنا

مگر جانے والا کبھی زندگی میں ، خوشی پھر نہ پائے !

یونہی ختم کر لیں ، چلو یہ کہانی ، ذرا پھر سے کہنا

سے کے سمندر ! کہا تو نے جو بھی ، سنا ، پر نہ سمجھے

جوانی کی ندی ، میں تھا تیز پانی ، ذرا پھر سے کہنا

آج

یہ "آج" جو کل میں زندہ تھا

وہ "کل" جو آج میں زندہ ہے

وہ "کل" جو "کل" کے ساتھ گیا

وہ "کل" جو ابھی آئندہ ہے

گزر چکے اور آنے والے، جتنے "کل" ہیں، جتنے "کل" تھے!

ان کا کوئی وجود نہ ہوتا

ہم اور تم بے اسم ہی رہتے

"آج" اگر موجود نہ ہوتا

ممکن ہے "آئندہ" صرف اک خواب ہو جس کی

تعبیروں میں جینے والی ساری آنکھیں ڈوب چکی ہوں!

(لیکن وہ خود بچھ کر بھی رنخشندہ ہو!)

ہو سکتا ہے

"رفتہ" کی دہلیز پہ ٹھہری

مجید بھری اس آنکھ کے اندر

چھپا ہوا آئندہ ہو !

”آئندہ“ کے مُنہ پہ پڑی یہ غیب کی چادر

اٹھ جائے تو ہو سکتا ہے

اس میں ہمارا اور تمہارا

ایک اک لمحہ زندہ ہو

(روشن اور تانیدہ ہو !)

نیکن یہ بھی دھیان میں رکھنا

ہو سکتا ہے آنے والے کل میں ہمارا ”آج“ نہ ہو

اور اس کی جگہ

اک ایسے وقت کا سایہ سار قصدہ ہو، جو

ماضی، حال اور مستقبل کے

تین کناروں والے اس دریا سے یکسر باہر ہو

(اور کہیں سے جنم ہو اس کا — اور کہیں پہ ظاہر ہو !)

ماضی، حال اور مستقبل،

تین کناروں والے اس دریا کے اندر

اپنی اپنی موجیں مارتے چلتے ہیں

پھر اُس لہر میں ڈھلتے ہیں

جو صبح ازل کو اچھلی تھی اور اب تک کہیں معلق ہے !

اُسی معلق لہر کے بے خود قطرے ہیں ہم ،

ہم اور ہم سے اربوں ، کھربوں

رگزر چکے اور آنے والے

سو، اے وقت کی حیرت میں کھو جانے والی آنکھ — ٹھہر !

”آج“ کے پُل پر رک کر آگے پیچھے دیکھو

روشنی اور تاریکی شاید ایک ہی ڈال کے پتے ہیں !

لمحوں کا یہ فرق نظر کا دھوکہ ہے ،

وقت کی اس ”ناوقتی“ کے سیلاب میں — شاید !

”آج“ ہی واحد لمحہ ہے !!

عمر رواں کی دہشت میں کھو جانے والی آنکھ — ٹھہر !



گزرے ہیں ترے بعد بھی کچھ لوگ ادھر سے
لیکن تیری خوشبو نہ گئی، راہ گزر سے

کیوں ڈوبتی، بجھتی ہوئی آنکھوں میں ہے روشن

راتوں کو شکایت ہے تو اتنی ہے سحر سے!

لہذا تھا بدن اُس کا مرے ہاتھ سے چھو کر

دیکھا تھا مجھے اُس نے عجب مست نظر سے

کیا ٹھان کے نکلا تھا، کہاں آ کے پڑا ہے!

پوچھے تو کوئی اس دلِ شرمندہ سفر سے

آیا ہے بہت دیر میں وہ شخص، پر اُس کو

جذبات کی اس بھیڑ میں دیکھوں میں کدھر سے

ہم رزقِ گزر گاہ تو خاشاک تھے، لیکن!
وہ لوگ، جو نکلے تھے ہوا دیکھ کے گھر سے!

ایسا تو نہیں، میری طرح سرو لبِ جُؤ!
قدموں پہ کھڑا ہو کسی افتاد کے در سے

دن تھے کہ ہمیں شہرِ بدنِ تاک کی خبر تھی
اور اب نہیں آگاہ تری خیر خبر سے

امجد نہ قدم روک کہ وہ دُور کی منزل
نکلے گی کسی روز اسی گردِ سفر سے



دریا کی ہوا تیز تھی، کشتی تھی پرانی
روکا تو بہت، دل نے مگر ایک نہ مانی
میں بھیگتی آنکھوں سے اُسے کیسے ہٹاؤں
مشکل ہے بہت ابر میں دیوار اُٹھانی

نکلا تھا تجھے ڈھونڈنے اک ہجر کا تارا
پھر اُس کے تعاقب میں گئی، ساری جوانی

کہنے کو نئی بات کوئی ہو تو سنائیں
سو بار زمانے نے سنی ہے یہ کہانی!

ذہم چرک
۶۰

یہ پُلی ہے یہاں بچوں کہاں چلے بس کے
ہے دن تو وی دوست لگا اور ہے پانی

UrduPhoto.com

کس طرح لے جوتا کہاں ترک و قبا کا
آواز میں کھرسے اُٹھا، لے میں دانی
اب میں اُسے اتنی کہوں ابجد کہ سہا
کیا زخم ہنر چھوڑ گیا، اپنی نشانی!

○

تری زد سے نکلنا چاہتا ہے
یہ دریا رُخ بدلنا چاہتا ہے

وہ سینا، جس کی صوت ہی نہیں ہے
مری آنکھوں میں پلنا چاہتا ہے

UrduPhoto.com

دلوں کی ماندگی پہ کیا تعجب !
کہ سورج بھی تو ڈھلنا چاہتا ہے

نشستِ درد بدلی ہے تو اب دل
ذرا پہلو بدلنا چاہتا ہے

ہوا ہے بند اور شعلہ وف کا
بہت ہی تیز جلنا چاہتا ہے

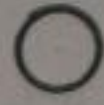
یہ دل اس گردِ بادِ زندگی میں
بس اک لمحہ سنبھلنا چاہتا ہے

مجھے بھی سنا ہے کربلا کا
مرا بھی اچھلنا چاہتا ہے

نہیں ہیں ترجمانِ غم، یہ آنسو
یہ پانی اب ابلنا چاہتا ہے

گزشتہ صحبتوں کا ایک لشکر
مرے ہمراہ چلنا چاہتا ہے

اُن آنکھوں کی ادا کتنی ہے امجد
کوئی پتھر پگھلنا چاہتا ہے



چھڑیں گے وہی قصہ غم اور طرح سے
لائیں گے تجھے راہ پہ ہم اور طرح سے

سجدے میں جبیں، سینے میں پندارِ خدائی!
اب آئے ہیں کعبے میں صنم اور طرح سے

ہوتا ہے گماں ان پہ کسی دستِ طلب کا
اب کھولے ہیں یاروں کے علم اور طرح سے

ہے کام مساواتِ محمد کو مٹانا
کرنا ہے عرب اور، عجم اور طرح سے

ہم سوچتے رہتے ہیں عطا اور طرح کی
دینا ہے ترا دستِ کرم اور طرح سے

مرتے تو شہیدانِ محبت بھی ہیں امجد
جاتے ہیں مگر سوئے عدم اور طرح سے



چہرے پہ مرے زُلف کو پھیلاؤ کسی دن
کیا روزِ گر جتے ہو، برس جاؤ کسی دن
رازدن کی طرح اُتر و مرے دل میں کسی شرب
دستک پہ مرے ہاتھ کی کھل جاؤ، کسی دن

پیڑوں کی طرح حُسن کی بارش میں نہاؤں
بادل کی طرح جھوم کے گھبراؤ کسی دن
خوشبو کی طرح گزر و مرے دل کی گلی سے

بھولوں کی طرح مجھ پہ بکھر جاؤ کسی دن
پھر ہاتھ کو خیرات ملے بندِ قیا کی
پھر لطفِ شبِ وصل کو دہراؤ کسی دن
گزریں جو مرے گھر سے تو رک جائیں ستائے

اس طرح مری رات کو چمکاؤ کسی دن
میں اپنی ہر اک سانس اُسی رات کو دے دوں
سر رکھ کے مرے سینے پہ سو جاؤ، کسی دن

سننے کیسے بات کریں

سننے کیسے بات کریں !
خوشیوں کی زنجیر پڑی ہے نیند بھری سب آنکھوں میں
UrduPhoto.com
سننے کیسے بات کریں !

سننے کس سے بات کریں !
جن لوگوں کا رستہ تنگے عمر میں رزقِ حاک ہو نہیں
اب وہ لوگ اور اُن کے سننے دیکھنے والی
آنکھیں بجھ کر راکھ ہو نہیں

راکھ کے اس انبار میں ہوں گے کیسے کیسے زندہ خواب !
خوابوں کی اس راکھ کو لیکن چھڑے کون ؟

ذرا پھر سے کہنا
۷۶

جس رستے پر چھاؤں نہ پانی
اُس پر ڈالے ڈیرے کون؟

جس مٹی میں ریت ملی ہو
اُس میں کیسے باغ رکائیں!

دریا ہی پایاب ہو جب تو

Urduphoto.com

خوشبو ایک آوارہ جھونکا، اس جھوٹے کو گھیرے کون!

کیسے دنیا کو بتلاؤں، تم ہوتے ہو میرے کون!

منظر — پس منظر

کاسہ ہے گدائی کا درویش کا پیالہ بھی

مانگے کی ضیائے کریم چاند سوار وشن

یہ چاند سوار وشن اور چاند کا ہالہ بھی

امروز کا پروا ہو، ماضی ہو کہ وہاں ہو!

اک بھید انوکھا ہے، اک راز یہ گہرا ہے!

اس برف کی گھاٹی پہ کچھ دیر کو ٹھہرا ہے

خوابوں کا اُجالا بھی، دن رات کا جالا بھی

یہ بجھتا ہوا منظر اور دیکھنے والا بھی!

خواب اور خدشے

جاگتے میں بھی سوتی ہیں،
کچھ آنکھیں ایسی ہوتی ہیں!
بے موسم کلیوں کی صورت ہولے ہولے کھلتی ہیں
دُنیا کی اس بھیر میں یونہی اک لمحے کو ملتی ہیں،
محفل محفل گھومنے والے

لوگ اکیلے ہو جاتے ہیں
ان آنکھوں کی کھوج میں اکثر

اپنے آپ کو کھوجتے ہیں
میں نے بھی دیکھی تھیں اک دن

ایسی ہی دو مشکل آنکھیں
ہلکی سبز اور بوجھل آنکھیں
یوں تو اب تک جتنی گزری خوش چشموں میں گزری ہے
لیکن ایسے گھرے ساگر!

لیکن ایسی ساحل آنکھیں!!

یوں لگتا تھا جیسے میری رُوح میں رستہ بن جائے گا
یا پھر اک بے نام سا پردا ہر منتظر پہ بن جائے گا
ساتویں دروازے کی صورت ہستی مجھ پر کھل جائے گی
یا پھر شمع ہجر کی صورت قطرہ قطرہ کھل جائے گی
یوں لگتا تھا جیسے اب وہ

موٹر بس آنے والا ہے

جس کے بعد اجالا ہے

ریا پھر باقی عمر کا رستہ اک بے معنی ہالہ ہے (ج)

اُن آنکھوں کی راہ میں سب یہ

خواب اور خدشے رکھوں گا

اب جو اُن کو دیکھوں گا

اور دیکھ سکے گا تو پوچھوں گا!

میں اور وہ

میں اُس کو دیکھتا ہوں
UrduPhoto.com
پلیس کا مارا ہوا جیسے
بہت ہی فاصلے سے اک کنوئیں کو دیکھتا ہے

میں اُس کو چومتا ہوں
تانش میں ہارا ہوا جیسے
اخیری داؤ کے پتے اٹھا کر چومتا ہے ۔

وہ تو بھری بہار کے دن تھے!

موسموں کے اس ملنے اور جدا ہونے سے

جانے دل کا کیا رشتہ ہے!

جب اک موسم دوسرے موسم سے ملتا ہے!

جانے کیوں اس دل کے اندر۔ دور کہیں پر

ایک چھنا کا سا ہوتا ہے

جیسے کچھ شیشے کے برتن

اک وحشی آواز کو سن کر

نم ہاتھوں سے چھوٹ گئے ہوں

چھوٹے سے دوریت گھر وندے

بننے بننے ٹوٹ گئے ہوں

ذرا پھر سے کہنا

۸۲

بُجھتی رات کا سناٹا کیوں

خوف رگوں میں بھرتا ہے؟

پت جھڑ کی دہلیز پہ ٹھہرا

لمحہ کس سے ڈرتا ہے؟

UrduPhoto.com

وہ تو پورے چاند کی شب تھی جب اک تارا ٹوٹا تھا !

وہ تو بھری بہار کے دن تھے جب تو مجھ سے بچھڑا تھا !

ایک کمرہ امتحان میں

بے نگاہ آنکھوں سے دیکھتے ہیں پرچے کو ✓
بے خیال ہاتھوں سے
اُن بنے سے لفظوں پر انگلیاں گھماتے ہیں
پاسوال نامے کو دیکھتے ہی جاتے ہیں !

ہر طرف کنکبیسوں سے بچ بچا کے تکتے ہیں
دوسروں کے پرچوں کو رہنما سمجھتے ہیں ،
شاید اس طرح کوئی ، راستہ ہی مل جائے !
بے نشاں جوابوں کا کچھ پتہ ہی مل جائے !
مجھ کو دیکھتے ہیں تو

یوں جواب کا پی پر ، حاشیے لگاتے ہیں
دائری بناتے ہیں

جیسے اُن کو پرچے کے سب جواب آتے ہیں

اس طرح کے منظر میں
امتحان گاہوں میں، دیکھتا ہی رہتا تھا
نقل کرنے والوں کے
نت نئے طریقوں سے
آپ لطف لیتا تھا، دوستوں سے کہتا تھا

کس طرف سے جاتے یہ
آج دل کے آنگن میں اک خیال آیا ہے
سینکڑوں سوالوں سا اک سوال لایا ہے

”وقت کی عدالت میں
زندگی کی صورت میں
یہ جو تیرے ہاتھوں میں، اک سوال نامہ ہے

کس نے یہ بنایا ہے!
کس لیے بنایا ہے!
کچھ سمجھ میں آیا ہے؟

زندگی کے پرچے کے

سب سوال لازم ہیں، سب سوال مشکل ہیں !

بے نگاہ آنکھوں سے دیکھتا ہوں پرچے کو

بے خیال ہاتھوں سے

اُن بے سے لفظوں پر انگلیاں گھماتا ہوں

حاشیے لگاتا ہوں

دائرے بناتا ہوں ،

یا سوالنامے کو

دیکھتا ہی جاتا ہوں !

کوئی بھی آدمی پورا نہیں ہے
کہیں آنکھیں، کہیں چہرہ نہیں ہے

یہاں سے کیوں کوئی بیگانہ گزرے!
یہ میرے خواب ہیں، رستہ نہیں ہے

UrduPhoto.com

جہاں پر تھے تیری ہلکوں کے سناڑے
وہاں اب کوئی بھی سایا نہیں ہے

زمانہ دیکھتا ہے ہر تماشا
یہ لڑکا کھیل سے تھکتا نہیں ہے

ہزاروں شہر ہیں ہمراہ اس کے
مسافر دشت میں تنہا نہیں ہے

یہ کیسے خواب سے جاگی ہیں آنکھیں
کسی منظر پہ دل جمنا نہیں ہے

جو دیکھو تو ہر اک جانب ہمسند
مگر پینے کو اک قطرہ نہیں ہے

مثالی چوب خم خوردہ، یہ سینہ
سُکنا ہے، مگر جلتا نہیں ہے

خدا کی ہے بھی پہچان، شاید
کہ کوئی اور اُس جیسا نہیں ہے

پھر بھی

دن رات کے آنے جانے میں
دنیا کے عجائب خانے میں
کبھی شیشے دھندلے ہوتے ہیں، کبھی منظر صاف نہیں ہوتے !
کبھی سوچ بات نہیں کرتا

کبھی تارے آنکھ بدلتے ہیں
کبھی منزل پیچھے رہتی ہے

کبھی رستے آگے چلتے ہیں

کبھی آسپین نوڑ نہیں چڑھتیں

کبھی خدشے پورے ہوتے ہیں

کبھی آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں

کبھی خواب ادھوے ہوتے ہیں

یہ سب تو صحیح ہے لیکن اس

آشوب کے منظر نامے میں

دن رات کے آنے جانے میں

دنیا کے عجائب خانے میں

کچھ سایہ کرتی آنکھوں کے پیمیاں تو دکھائی دیتے ہیں!
 ہاتھوں سے اگرچہ دُور سہی، امکاں تو دکھائی دیتے ہیں!
 ہاں، ریت کے اس دریا سے اُدھر
 اک پیڑوں والی بستی کے عنوان تو دکھائی دیتے ہیں!
 منزل سے کوسوں دُور سہی

پُر درد سہی، رنجور سہی

زخموں سے مسافر چور سہی

پُر کس سے کہیں اے جانِ وفا

کچھ ایسے گھاؤ بھی ہونے ہیں جنہیں زخمی آپ نہیں دھوتے

بن روئے ہوئے آنسو کی طرح سینے میں چھپا کر رکھتے ہیں

اور ساری عمر نہیں روئے

نیندیں بھی مہیا ہوتی ہیں، سینے بھی دُور نہیں ہوتے

کیوں پھر بھی جاگتے رہتے ہیں! کیوں ساری رات نہیں سوتے!

اب کس سے کہیں اے جانِ وفا

یہ اہلِ وفا

کس آگ میں جلتے رہتے ہیں، کیوں بجھ کر رکھ نہیں ہوتے!

کہاں آکے رکنے تھے راتے کہاں موڑ تھا! اُسے بھول جا
وہ جو مل گیا اُسے یاد رکھ، جو نہیں ملا اُسے بھول جا

وہ ترے نصیب کی بارشیں کسی اور چھت پہ برس گئیں
دل بے خبر مری بات اُسے بھول جا، اُسے بھول جا

میں تو کم تھا میرے ہی دھیان میں تیری آس تیرے کمان میں
صبا کہ گئی میرے کان میں میرے ساتھ اُسے بھول جا

کسی آنکھ میں نہیں آنکھ غم، تجھے بعد کچھ بھی ہیں ہے کم
تجھے زندگی نے بھلا دیا، تو بھی مسکرا، اُسے بھول جا

کہیں چاک جاں کار فو نہیں، کسی آستیں پہ لہو نہیں
کہ شہیدِ راہِ ملال کا نہیں خوں ہوا، اُسے بھول جا

کیوں اٹا ہوا ہے غبار میں، غمِ زندگی کے فشار میں
وہ جو درج تھا ترے بخت میں سو وہ ہو گیا، اُسے بھول جا

نہ وہ آنکھ ہی تری آنکھ تھی، نہ وہ خواب ہی ترا خواب تھا
دلِ منتظر تو یہ کس لیے، ترا جاگتا، اُسے بھول جا

یہ جو رات دن کا ہے کھیل سا، اسے دیکھ اس پہ یقین نہ کر
نہیں عکس کوئی بھی مستقل، سہ آئینہ، اُسے بھول جا

جو بساطِ جاں ہی الٹ گیا، وہ جو راستے سے پلٹ گیا
اُسے روکنے سے حصول کیا، اُسے مت بُلا، اُسے بھول جا

تو یہ کس لیے شبِ ہجر کے اُسے ہر ستارے میں دیکھنا
وہ فلک کہ جس پہ ملے تھے ہم، کوئی اور تھا، اُسے بھول جا

تجھے چاند بن کے ملا تھا جو، ترے ساحلوں پہ کھلا تھا جو
وہ تھا ایک دریا وصال کا، سو اتر گیا، اُسے بھول جا



اپنے گھر کی کھڑکی سے میں آسمان کو دیکھوں گا
جس پر تیرا نام لکھا ہے اُس تارے کو ڈھونڈوں گا

تم بھی ہر شے دیا جلا کر پیکوں کی دہلیز پر رکھنا
میں بھی روز اک خواب تمہارے شہر کی جانب چلوں گا

ہجر کے دریا میں تم پڑھنا لہروں کی تحریروں بھی
پانی کی ہر سطح پر میں کچھ دل کی باتیں لکھوں گا

جس تنہا سے پیڑ کے نیچے ہم بارش میں بھگے تھے
تم بھی اُس کو چھو کے گزرنا میں بھی اُس سے لپٹوں گا

”خواب مسافر لمحوں کے ہیں ساتھ کہاں تک جائیں گے“
تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے میں بھی اب کچھ سوچوں گا

بادل اوڑھ کے گزروں گا میں تیرے گھر کے آنگن سے
توس قزح کے سب رنگوں میں تجھ کو بھیگا دیکھوں گا

رات گئے جب چاند ستارے مکین بیٹی کھیلے گے
آدھی نیند کا سپنا بن کر میں بھی تم کو چھو لوں گا

بے موسم بارش کی صورت دیر تک اور دیر تک
تیرے دیارِ حُسن پہ میں بھی کن کن من من برسوں گا

شرم سے دوہرا ہو جائے گا کان پڑا وہ بند ابھی
بادِ صبا کے لہجے میں اک بات ہیں ایسی پوچھوں گا

صفحہ صفحہ ایک کتابِ حُسن سی کھلتی جائے گی
اور اُسی کی نو میں پھر میں تم کو ازبر کمر لوں گا

وقت کے اک کنکر نے جس کو عکسوں میں تقسیم کیا
آپ رواں میں کیسے امجد اب وہ چہرا جوڑوں گا

ہوا سیٹی بجاتی ہے

خزاں کی بالکونی سے

ہوا سیٹی بجاتی ہے

چلو۔ چلنے کا وقت آیا

درختوں سے ہر اڑتی سی سیٹی

اور اُس کے ساتھ اڑتے ہیں

وہ شاید خود نہیں اڑتے

قضا اُن کو اڑاتی ہے

ہوا سیٹی بجاتی ہے

... تو یہ اڑتے ہوئے پتے

گُلستاں کے کسی نامہرباں گوشے میں تھوڑی دیر کو رکتے ہیں

پہلی گھاس کے اُس اجنبی صحر کو تکتے ہیں

جو اُن کے — اور اُن کے آشیاں کے، درمیاں پھیلا ہوا ہے

اور جس کی حد نہیں ملتی

خزاں اس اجنبی صحرا کی حدِ ممکنہ سے

اُن کی جانب دیکھتی ہے

اور اک فاتح کی صورت مسکراتی ہے

ہوا سیٹی بجاتی ہے

ہوا سیٹی بجاتی ہے تو یہ رکتے ہوئے پتے

کسی انجان سی دہشت کے ڈر سے کیکپاتے ہیں
لرز کر سر جھکاتے ہیں

گناہ کے کسی نامہرباں گوشے کی پستی سے ہوا ان کو اٹھاتی ہے

ہوا ان کو اٹھا کر شہر کی بے مدعا سڑکوں پر لاتی ہے

میں ان پتوں کو جب شہروں کی سڑکوں پر بکھرتے دیکھتا ہوں

سوچتا ہوں — !

”ادھوے خواب کی صورت یہ بے کل بے نوا پتے

جب اُڑتے ہیں تو اپنے دل میں کیا کیا سوچتے ہوں گے ؟

”سفر کے زخم کا کچھ تو مداوا سوچتے ہوں گے؟“
میں اپنے پاؤں سے لپٹا ہوا اک مضطرب پتہ اٹھاتا ہوں

اور اُس سے پوچھتا ہوں — !
میری باتیں وہ سُنتا ہے مگر کچھ بھی نہیں کہتا
بس اک زخمی نگہ سے میری جانب دیکھتا ہے
وگدھ بھرا چہرا اٹھاتا ہے

ایک وقت رُکتا ہے
UrduPhoto.com
میں اُس پتے کے چہرے میں خود اپنا عکس پاتا ہوں

کسی انجان سی دہشت کے ڈر سے کپکپاتا ہوں
میری گردن پہ جیسے چھپکلی سی سرسراہی ہے

فضا میں اجنبی سے درد کا کرا اُبھرتا ہے
نمی سی پھیل جاتی ہے ۔ ہوا سیٹی بجاتی ہے

خزاں کی بالکونی سے

ہوا سیٹی بجاتی ہے !

○
بانجھ ارادہ اور کوئی !
جھوٹا وعدہ اور کوئی !

UrduPhoto.com

ہم جیسا کیا دیکھا ہے!
تم نے سادہ اور کوئی
دل میں سارا کھوٹ ہی کھوٹ
تن پہ لبادہ اور کوئی

دیر و حرم تو چھان لیے
دیکھیں جادہ ، اور کوئی

ذرا پھر سے کہنا

۹۸

دل میں اب کیوں ہوتا ہے!

تم سے زیادہ اور کوئی!

نکلے تھے ہم اپنے گھر سے

UrduPhoto.com

آخر کس اُمید پہ مانگیں

المحب وعدہ اور کوئی!

قاصد

خوشبو کی پوشاک پہن کر

کون گلی میں آیا ہے!

کیا یہ پیغام رساں ہے

کیا کیا خبریں لایا ہے!

کھڑکی کھول کے باہر دیکھو،

موسم میرے دل کی باتیں، تم سے کہنے آیا ہے

شہد کہیں گے سہم کو بھی
جینا تو ہے ہم کو بھی

تجھ بن جلتے دیکھا ہے
بھڑوں کے موسم کو بھی

UrduPhoto.com

بازاروں میں لے آئے
لوگ تو دل کے غم کو بھی

مہلت آنکھ چھپنے کی
منظر کو بھی، ہم کو بھی

صدیوں پیچھے بھاگے گا
ٹھہرا جو اک دم کو بھی

قاصد کو کے دیکھیں گے
اب کے چشمِ نم کو بھی

کون یہ پیاسا گزرا ہے؟
نوڑ کے جسمِ جہم کو بھی

مولانا تیسری دنیا میں
چین ملے گا ہم کو بھی!

محبِ اُونچا رکھیں گے
جلے ہوئے پرچم کو بھی

وہ جو اوپر ہے بیٹھا ہوا ، اور ہے
میری بستی کا شاید خدا اور ہے

وصل کی شب تو چمکے تھے تارے بہت

ہجر کی شام کا سلسلہ اور ہے

UrduPhoto.com

شہر میں جو اڑی وہ خبر ، اور تھی

جس سے گزرے تھے ہم ، واقعہ او ہے

کر رہا ہوں مسلسل سفر کس لیے ؟

اُس کی بستی کا تو راستہ اور ہے

خود کو گنتے ہیں کیوں ، اجنبی ، اجنبی !

عکس بدلا ہے یا آئینہ اور ہے

ماند پڑتے ہوئے منتظر وں کی قسم!
واپسی کے سفر کا مزا اور ہے

درد مند وفا، کس طرح سے رُکے!
اس نگر کی تو آب و ہوا اور ہے

اپنے تاروں سے کہنا، چمکتے رہیں!
میری آنکھوں میں اک رنجگا اور ہے

اب تو ہے راکھ کی ایک مٹھی، یہ دل
جو ہوا سے لڑا تھا دیا اور ہے!

صدائے آشنا

ترمی آہرٹ

سُلتنتی دو پہر کو ایک پل میں شام کرتی ہے

اُترتی ہے سوادِ ہجر میں کچھ اس طرح جیسے

صدائے آشنا کوئی

گھنے، گہرے، اندھیرے جنگلوں کی بے یقینی میں

رُخ منزل دکھاتی

روشنی کا کام کرتی ہے !

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں، فرصت کتنی ہے؟
پھر بھی تیرے دیوانوں کی شہرت کتنی ہے!

سُورج گھر سے نکل چکا تھا کریمین تنہا کیے
شبم گل سے پوچھ رہی تھی ”مہلت کتنی ہے؟“

UrduPhoto.com

شہر میں دیکھو سناٹے کی، دہشت کتنی ہے!

لفظ تو سب کے اک جیسے ہیں، کیسے بات کھلے؟
دنیا داری کتنی ہے اور جاہت کتنی ہے!

سننے بچنے آتو گئے ہو، لیکن دیکھ تو لو
دنیا کے بازار میں ان کی قیمت کتنی ہے!

دیکھ غزالِ رم خوردہ کی پھیلی آنکھوں میں
ہم کیسے بستلائیں دل میں وحشت کتنی ہے!

ایک ادھورا وعدہ اُس کا، ایک شکستہ دل،
لُٹ بھی گئی تو شہرِ وفا کی دولت کتنی ہے!

میں ساحل ہوں امجد اور وہ دریا جیسا ہے
کتنی دوری ہے دونوں میں قربت کتنی ہے!



شمع غزل کی نو بن جائے ، ایسا مصرعہ ہو تو کہو
اک اک حرف میں سوچ کی خوشبو ، دل کا اُجالا ہو تو کہو

رازِ محبت کہنے والے لوگ تو لاکھوں ملتے ہیں ✓
رازِ محبت رکھنے والا ، ہم سا دیکھا ہو تو کہو

کون گواہی دے گا اٹھ کر جھوٹوں کی اس بستی میں ✓
سچ کی قیمت دے سکنے کا تم میں یارا ہو تو کہو

ویسے تو ہر شخص کے دل میں ایک کہانی ہوتی ہے ✓
ہجر کا لاوا ، غم کا سلیقہ ، درد کا لہجہ ہو تو کہو

امجد صاحب آپ نے بھی تو دُنیا گھوم کے دیکھی ہے
ایسی آنکھیں ہیں تو بناؤ! ایسا چہرہ ہو تو کہو

ابھی تو

ابھی تو رت بدلنی تھی ابھی تو پھول کھلنے تھے
ابھی تو رات ڈھائی تھی ابھی تو زخم سکنے تھے

ابھی تو سر زمین جاں بہ اک بادل کو گھسنا تھا
ابھی تو وصل کی بارش میں ننگے پاؤں پھرنا تھا

ابھی تو کشتِ غم میں اک خوشی کا خواب بوٹا تھا
ابھی تو سینکڑوں سوچی ہوئی باتوں کو ہونا تھا

ابھی تو ساحلوں پر اک ہوائے شاد چلنی تھی
ابھی جو چل رہی ہے، یہ تو کچھ دن بعد چلنی تھی

✓ حضورِ یار میں حرف التجا کے رکھے تھے
چراغِ سامنے جیسے ہوا کے رکھے تھے

✓ بس ایک اشکِ ندامت نے صاف کر ڈالے
وہ سب حساب جو ہم نے اٹھا کے رکھے تھے

✓ سمومِ وقت نے لہجے کو زخمِ زخم کیا
وگر نہ ہم نے قرینے صبا کے رکھے تھے

✓ تمہی نے پاؤں نہ رکھا وگر نہ وصل کی شرب
زمین پہ ہم نے ستارے بچھا کے رکھے تھے

ذرا پھر سے کہنا

۱۱۰

بکھر رہے تھے سوہم نے اٹھالیے، خود ہی
گلاب جو تری خاطر سب کے رکھے تھے

ہوا کے پہلے ہی جھونکے سے ہار مان گئے

یہی چراغ جو ہم نے بچا کے رکھے تھے

مٹا سکی نہ انھیں رو در شب کی بارش بھی

دلوں پہ نقش جو نگہِ خفا کے رکھے تھے

حصولِ منزلِ دنیا کچھ ایسا کام نہ تھا

مگر جو راہ میں پتھر اُنا کے رکھے تھے

وقت بھی کتنا ظالم ہے

اتنے برس کی دُوری اور مہجوری کے

افسوں سفر میں لیٹا ہوا

اک شخص اچانک آن ملا

میں اُس کو دیکھ کے ششدر رہتا

وہ مجھ سے سوا حیران ملا

{ یہ وقت بھی کتنا ظالم ہے !

اس ہجر میں کیا کیا روئے تھے ہم

اس یاد میں کیا کیا کھوئے تھے ہم ! }

کچھ دیر تو دونوں چپ سے رہے ،

پھر اُس نے کہا — ”تم کیسے ہو ؟“

پھر میں نے کہا — ”بس اچھا ہوں“

پھر اُس نے کہا

”یہ اتنے دنوں کے بعد کا ملنا خوب رہا !

کوئی پرانا دوست ملے تو دلی کو بھلا سا لگتا ہے

یہ شہر تو بالکل بدل گیا ... اب چلتی ہوں !“

پھر میں نے کہا ،

”میں شام سے ہر روز یہاں پر آتا ہوں ...

جب وقت ملے تم آ جانا ...

اس وقت مجھے بھی جلدی ہے اب چلتا ہوں !“

یہ وقت بھی کتنا ظالم ہے !!!

دوسری ملاقات

ہجر کی پہلی شام سے اب تک

جتنی شاییں گزری تھیں !

ان کی پنکھ چپ میں ہیں نے

اُس کے سامنے کرنے والی

کیا کیا باتیں سوچی تھیں !

باتیں، گزرے برسوں کی جو ہم نے الگ سے کاٹے ہیں

غموں کی اور اُن خوشیوں کی ہم جن سے ہو کر گزرے ہیں

جیتوں اور اُن ماتوں کی جو عُمُرِ رواں کا رزق ہوئیں

آسوں اور اُمسنگوں کی جو دشتِ گماں کا رزق ہوئیں

کیسے کیسے جھٹکے آہو، صحرائے امکان میں آئے
شمع طلب کے کیسے کیسے روشن پہلو دھیان میں آئے

ڈھلتی رات کا جادو ہوگا!

لمحہ لمحہ خوشبو ہوگا!

پھول اور تتلی یکجا ہونگے!

رنگ ہوا سے پیدا ہونگے!

ایک ہی وصل کی بارش سے وہ سارے شکوے دھو دے گا
یعنی میرے ساتھ لپٹ کر، کچھ نہ کہے گا، رو دے گا

ارمانوں کا پھول اچانک کھل ہی گیا

جس کے غم میں آنکھ بزمستی رہی تھی

آج مجھے وہ مل ہی گیا

جس کو میری پیاس ترستی رہتی تھی

وہ ایک چھلکتا جام مرے ہمراہ رہا

آج وہ ساری شام مرے ہمراہ رہا

لیکن اب وہ اور تھا کوئی، اور تھا اُس کا روپ نگر
 اوس رُکی تھی آنکھوں میں تو راکھ جی تھی بالوں پر
 اور کوئی تھی دُنیا اُس کی، اور تھے اُس کے تنام و سحر
 (میری حیرت لکھی ہوئی تھی شاید میرے چہرے پر !!)

اُس نے کہا "تم مجھے نہ دیکھو، اب روانِ وقت سے پوچھو
 جیون کے اس پل پیچھے سے کتنا پانی گزر چکا ہے!
 مجھ میں جو ک شخص تھا زندہ، وہ تو کب کا بکھر چکا ہے
 میں تو فقط رستہ ہوں اُس کا، دریا جو تھا اتر چکا ہے

آؤ چلو اب اپنی اپنی دنیا کو ہم لوٹ چلیں
 حدِ ابد تک اس رستے میں بکھرے ہیں غم، لوٹ چلیں"

پلٹے ہم تو ہم دونوں کے ساتھ زمانہ پلٹ گیا
 اُن دیکھی تعبیر لینے اک خواب پرانا پلٹ گیا

چاروں جانب بکھر رہی تھی
ایک ادھوری تنہائی ،
ہوا نے رُک کر ہم دونوں کو
مُڑتے دیکھا تو گھبرائی

پت جھڑ کی دہلیز پہ اُس نے

UrduPhoto.com

پیر سے کچھ سرگوشی کی

اِس کے بعد اُس راہ گزر پر

دُور تک خاموشی تھی

آسمان پر بادل تھا اور اُس میں تارے سمٹے تھے

ہم دونوں کے قدموں سے کچھ سوکھے پتے لپٹے تھے!!

آگ لگی تھی سینہ سینہ، ہر شعلہ جوالا تھا
اب کے شہر میں روشنیوں کا منظر دیکھنے والا تھا

دروازوں پر پڑے ہوئے تھے ڈھیر شکستہ خوابوں کے
والانوں میں نفرت کے آسیب نے ڈیرا ڈالا تھا

UrduPhoto.com

گلیوں گلیوں بھٹک رہا تھا ایک سہرا خواب جسے
میرے بڑوں نے اپنی لاکھوں نیندیں بیچ کے پالا تھا

اپنی اپنی کشتی لے کر یوں دریا میں کود پڑے
جیسے صرف جہاز ہی اس طوفان میں نہ بنے والا تھا

امجدیہ تقدیر تھی اُس کی یا قدرت کا کھیل؟
گمراہاں پر رات کا بچھی، تھوڑی دُور اُجالا تھا

تیرے دھیان کی تیز ہوا

UrduPhoto.com

پت جھڑکی دھیز پہ بکھرے

بے چہرا پتوں کی صورت

ہم کو ساتھ لیے پھرتی ہے

تیرے دھیان کی تیز ہوا

بھیڑ میں اک اعلیٰ کا سامنا اچھا لگا
سب سے عجیب کر وہ کسی کا بیکھنا اچھا لگا

میں آنکھوں کے نیچے چھوٹے کھتے لگا
کہتے کہتے کچھ کسی کا سوچنا اچھا لگا

بات تو چھ بھی نہیں تھی لیکن اس کا ایک دم
ہاتھ کو ہونٹوں پہ رکھ کر روکنا اچھا لگا

چائے میں چینی ملانا اُس گھڑی بجایا بہت
زیر لب وہ مسکراتا "شکریہ" اچھا لگا

ذرا پھر سے کہنا

۱۲۰

دل میں کتنے عہد باندھے تھے مٹلانے کے اُسے

وہ ملا تو سب ارادے توڑنا اچھٹا لگا

بے ارادہ لمس کی وہ سنسنی پیاری ملی

کم توجہ آنکھ کا وہ دیکھنا اچھا لگا !

نیم شرب کی خاموشی میں بھگیتی سڑکوں پہ کل

تیری یادوں کے جلو میں گھومنا اچھا لگا

اُس عدوئے جاں کو امجد میں بُرا کیسے کہوں

جب بھی آیا سامنے وہ بے وفا اچھا لگا

جنگلی پھولوں کے لیے ایک نظم

خوش نما لڑکیو

خوش ادا لڑکیو

تم جو ہنستی ہوئی کھلکھلاتی ہوئی

خوشبوؤں کی طرح رقص کرتی ہوئی

کہکشاں کی طرح جگمگاتی ہوئی

راہ چلتی ہو تو

ایسے لگتا ہے جیسے

زمین پر دھنک سی اتر آئی ہو

اپنے بے باک سے فقہوں کے ترنم میں گم جس گھڑی
تم سروں کو جھٹک کر
گھٹاؤں سی زلفوں کو
چہروں کے جادو گھروں سے ہٹاتی ہو تو
ایسے لگتا ہے جیسے
اچانک فضا میں بہار آگئی ہو!

دکھوں کا وہ صحرا
جو چاروں طرف پھیلتا جا رہا تھا

سمٹ سا گیا ہے

مجھے یہ پتہ ہے!

ابھی تم جو اس رہنما سے

مری سمت دیکھے بنا

اپنی عمروں کی شبیہ میں بھیگی ہوئی

خوشبوؤں کی طرح سے گزر جاؤ گی

تو یہ جادو بھی نابود ہو جائے گا۔

مگر لڑا کیو ،
خوش نما ، خوش ادا ، بے خبر لڑ کیو
میں تمہارے لیے اپنے دل کی تہوں سے

دُعا مانگتا ہوں
تم یونہی خوش رہو ، مسکراتی رہو

سرخوشی کا وہ پہل
جو تمہارے ویسے ہرے دل پہ نازل ہوا ہے

تمہارے شب و روز پر اس طرح پھیل جائے
کہ تم اس کی خوشبو سے مہکی رہو

اور دن ڈوب جائے



ایک آزار ہوئی جاتی ہے شہرت ہم کو
خود سے ملنے کی بھی ملتی نہیں فرصت ہم کو

UrduPhoto.com

روشنی کا یہ مسافر ہے ، رہ جاں کا نہیں !
اپنے سائے سے بھی ہونے لگی وحشت ہم کو

آنکھ اب کس سے تحیر کا تماشا مانگے !
اپنے ہونے پہ بھی ہوتی نہیں حیرت ہم کو !

اب کے اُمید کے شعلے سے بھی آنکھیں نہ جلیں
جانے کس موڑ پہ لے آئی مجھست ہم کو

ذرا پھر سے کہنا

۱۲۵

کون سی رُت ہے زمانے میں ہمیں کیا معلوم
اپنے دامن میں لیے پھرتی ہے حسرت ہم کو

زخمِ یہ وصل کے مرہم سے بھی شاید نہ بھرے
ہجریں ایسی ملی اب کے مسافت ہم کو
واغِ عصیاں تو کسی طور نہ چھپتے امجد
دھانپ لیتی نہ اگر چادرِ رحمت ہم کو

لوگ محبت کرنے والے

چپکے چپکے جل جاتے ہیں
لوگ محبت کرنے والے !

پُر و سنگ کل جاتے ہیں
UrduPhoto.com
لوگ محبت کرنے والے !

آنکھوں آنکھوں چل پڑتے ہیں تاروں کی قندیل لیے

چاند کے ساتھ ہی ڈھل جاتے ہیں
لوگ محبت کرنے والے !

دل میں پھول کھلا دیتے ہیں
لوگ محبت کرنے والے !

آگ میں راگ جگا دیتے ہیں
لوگ محبت کرنے والے !

پانی بیچ بتائے صورت خود تو گھلتے رہتے ہیں ✓

سم کو شہد بنا دیتے ہیں
لوگ محبت کرنے والے !

UrduPhoto.com

خواب خوشی کے بوجھاتے ہیں

لوگ محبت کرنے والے !

زخم دلوں کے دھو جاتے ہیں

لوگ محبت کرنے والے !

تتلی تتلی لہراتے ہیں پھولوں کی اُمید لیے

اک دن خوشبو ہو جاتے ہیں

لوگ محبت کرنے والے !

بن جاتے ہیں نقش وفا کا

لوگ محبت کرنے والے!

جھونکا ہیں بے چین ہوا کا

لوگ محبت کرنے والے!

جلی ہوئی دھرتی پہ جیسے بادل گھر کر آئیں

بستی پر ہیں فضل خدا کا

لوگ محبت کرنے والے!



شہر اُجڑا ہو تو آباد کروں!

جو نہ بھولے اُسے کیا یاد کروں!

ساری چیزیں ہی بدل کر رہ جائیں

اک ہنر ایسا بھی ایک یاد کروں

میرے لفظوں سے نکل جائے اثر

کوئی خواہش جو ترے بعد کروں

بھیک لعنت ہے! ملے یا نہ ملے

کیوں میں رسوائی و فساد کروں

کوئی اُس آنکھ پہ شاید اترے!

روز اک خواب کو آزاد کروں

یہ تو ہے کھیل کا حصّہ امجد

کس لیے شکوہ بے داد کروں

درد کے رشتے عجب ہیں

درد کے رشتے عجب ہیں

کوئی ان کی حد نہیں

UrduPhoto.com

کوئی ان کی تھکا نہیں ہے

اور کوئی سرحد نہیں

”یہ ”زماں“ اور یہ ”مکاں“

یہ قربتیں ، یہ دُوریاں !

دُور تک بچھتی زمیں اور اُس پہ پھیلا آسماں !

درد کے رشتوں کے آگے ان کی ساری وسعتیں

ریت کے اک بے ٹھکانہ ذرّے سے زیادہ نہیں

اس گھڑی چاروں طرف اک ہجر کا آشوب ہے
میرے تیرے درمیاں اک خواب سینہ کو ب ہے!

پھر بھی اے جانِ سخن!
جس طرح اہل سخن کی گفتگو
کتنی صدیوں کی مسافت ایک پل میں کاٹتی ہے
تیری میری خواہشوں میں، اپنے دکھ سکھ بانٹتی ہے

اور جیسے

اجنبی سی کہکشاں سے ڈولتے مارے کی ضو
روشنی رفتار سے چلتی ہوئی ہم تک پہنچتی ہے
اور جیسے کچھ پرندے

موسموں کے ساتھ اڑتے

اپنی اپنی منزلوں کے راستوں پر

مستقل پرواز کرتے ہیں

کبھی کی منتظر اور مضطرب شاخوں کی

سیجوں پر اترتے ہیں

ہمارے خواب بھی (ان کی طرح)

اک دن ہمارے ”ہست“ کی شاخوں پہ اُتریں گے

دھنک کے رنگ ان بھیک کی ہوئی آنکھوں پہ اُتریں گے

کہ رشتے درد کے،

منزل بھی ہیں قطبی ستار بھی

ہمارے خواب کی تجسیم بھی ہیں

استعار بھی !

جو اتر کے زینہٴ شام سے، تری چشمِ خوش میں سما گئے
وہی جلتے بجھتے چراغ سے مرے بام و در کو سجا گئے

یہ عجیب کھیل ہے پیار کا، میں نے آپ دیکھا یہ معجزہ
وہ جو لفظ میرے گماں میں تھے وہ تری زبان پہ آ گئے

وہ جو گیت تم نے سنا نہیں مری عمر بھر کا ریاض تھا
مرے درد کی تھی وہ داستان جسے تم ہنسی میں اڑا گئے

وہ چراغِ جاں کبھی جس کی لود نہ کسی ہول سے نگوں ہوئی
تری بے وفائی کے سوسے اُسے چپکے چپکے بجھا گئے

وہ تھا چاندِ شام وصال کا، کہ تھا روپِ تیرے جمال کا
مری رُوح سے مری آنکھ تک کسی روشنی میں نہا گئے

یہ جو بسدگانِ نسیاز ہیں، یہ تمام ہیں وہی لشکری!
جنہیں زندگی نے اماں نہ دی، تو ترے حضور میں آگئے

تری بے رُخی کے دیار میں ہیں ہوا کے ساتھ ہوا، ہوا
ترے آئینے کی تلاش میں، مرے خواب جہرا گنوا گئے

ترے وسوسوں کے فشار میں، ترا شہرِ رنگ اُجڑ گیا
مری خواہشوں کے غبار میں، مرے ماہ و سال فنا گئے

وہ عجیب پھول سے لفظ تھے، ترے ہوجن سے مہک اُٹھے
مرے دُشتر خواب میں دُور تک کوئی باغ جیسے رکا گئے

مری عمر سے نہ سمٹ سکے، مرے دل میں اتنے سوال تھے
ترے پاس جتنے جواب تھے، تری اک نگاہ میں آگئے



شکستہ لاکھ ہونیت کسی کی
نہیں سنتا مگر دریا کسی کی

ضروری کیوں ہے زخم بے فانی

گزرتی کیوں نہیں تینہا کسی کی

کسی کے ساتھ سایا تک نہیں ہے

کسی کے ساتھ ہے دنیا کسی کی

میں آنکھوں میں سجائے پھر ہا ہوں

نشانی ہے مرا صحرے کسی کی

پرانے ملجے کپڑوں میں امجد

بڑھی کچھ اور بھی شو بھا کسی کی

ہر موسم کا سپنا

موسم موسم آنکھوں کو اک سپنا یاد رہا

صدیاں جس میں سمٹ گئیں وہ لمحہ یاد رہا

قوس قزح کے سارے بے چین

ساری محفل بھول گئی، وہ چہرہ یاد رہا